© rasailojaraid.com

ساغر اقبالی

آخری صفحہ

۱۹۴۶ء میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ دیوبند آئے۔ ہمارے یہاں باہر مردانہ میں تشریف فرما تھے۔ اچھا خاصا مجمع تھا۔ ان دنوں انظر سلمہ (مولانا انظر شاہ کشمیری) استاذ تفسیر دارالعلوم نہیں تھے۔ بس صرف انظر' چھوٹی عمر تھی۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ شاہ جی کی آواز میں جادو ہے۔ شاہ جی سے فرمائش کی کہ شاہ جی کچھ گانا سنایئے۔ شاہ جی انکار کیسے کرتے۔ استادزادہ کی فرمائش تھی۔ انظر کو سامنے بٹھالیا۔ فرمایا کہ گوجرانوالہ میں ایک سرحدی (پشتون) طالب علم نے مسجد کے حجرہ میں میری دعوت کی۔ اُلٹی سیدھی چائے، گڑ اور آٹے کا حلوہ۔ یہ کھلا پلا کر وہ طالب علم کہنے لگا کہ ''حضرت میں آپ کا اور بھی ضیافت کرنا چاہتا ہوں''۔ میں نے کہا مردہ بدست زندہ اور جو کچھ بھی تمہاری تمنائیں ہیں' وہ پوری کرلو۔ اس نے کہا کہ ''میں غالب کا ایک غزل سناتا ہوں'' اور پھر شاہ جی نے لہک لہک کر غالب کی یہ غزل اس طرح سنائی:

کوئی امید بر نہیں آتے — کوئی صورت نظر نہیں آتے
موت کا ایک دن معیّن ہے — نیند کیوں رات بھر نہیں آتے
آگے آتے تھے حال دل پہ ہنسی — اب کسی بات پر نہیں آتے
جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زُہد — پر طبیعت اِدھر نہیں آتے
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں — ورنہ کیا بات کر نہیں آتے
کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتی ہے — میرا آواز گر نہیں آتے
داغِ دل گر نظر نہیں آتے — بو بھی اے چارہ گر نہیں آتے؟
ہم وہاں ہیں' جہاں سے ہم کو بھی — کچھ ہمارا خبر نہیں آتے
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کے — موت آتی ہے پر نہیں آتے
کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ — شرم تم کو مگر نہیں آتے

غالب کے یہ اشعار شاہ جی نے ان ہی الفاظ میں اس سرحدی طالب علم کے لہجے اور ترنم کے ساتھ سنائے۔ پھر فرمایا کہ قریب قریب ایسے ہی الفاظ کی ایک غزل قطب شاہ دکنی کی مجھے یاد ہے:

غم دل کسی سے کہا جائے نا — کہا جائے بھی تو سنا جائے نا
یہ مے کی لطافت یہ نازک سے ہاتھ — پیالہ بھی ان سے دیا جائے نا
قطب شہ نہ دے اب دِوانہ کو پند — دِوانہ کو کچھ پند دیا جائے نا

روایت: محمد ازہر شاہ قیصرؒ (ابن علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ)

© rasailojaraid.com